32

اذان کے الفاظ کو صحیح تلفظ کے ساتھ اور سمجھ کر ادا کرنا چاہیے

ربوہ کے دوستوں کو چاہیے کہ وہ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لیے زیادہ سے زیادہ مکانات پیش کریں

(فرمودہ 28 نومبر 1958ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''آج میں دو باتیں کہنی چاہتا ہوں۔ ایک بات تو مسجدوں کے متعلق ہے اور ایک جلسہ سالانہ کے متعلق ہے۔ آج صبح مجھے اذان کی آواز آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ باوجود اس کے کہ میں نے قادیان میں ہی تاکید کرنی شروع کر دی تھی کہ محلّہ والے مؤذّنوں کو صحیح طور پر اذان کہنا سکھائیں میری اس ہدایت پر عمل نہیں کیا گیا۔ قادیان میں یہ نقص تھا کہ مؤذّن اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کہتے ہوئے ''اَنْ'' کے ساتھ ''ن'' کی آواز بھی نکالتے تھے حالانکہ میں نے بتایا تھا کہ عربی زبان میں ''ن'' ساکن کے بعد ''ل'' آجائے تو نون ''ل'' میں مدغم ہو جاتا ہے اور لام کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ گویا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں اَنْ لَّا کی بجائے اَلَّا کہا جائے گا۔

آج صبح جو اذان میں نے سنی وہ اس مسجد (مبارک) کی تو نہیں تھی کسی اَور مسجد کی تھی میں نے سنا کہ مؤذّن نے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں ''اَنْ'' کو بالکل ہی اُڑا دیا یعنی وہ اَشْھَدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

کہہ رہا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں محلّوں کے جو پریذیڈنٹ ہیں وہ اذانیں سن کر مؤذّنوں کی اصلاح نہیں کرتے۔ مؤذّن کے متعلق عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ اُس کی آواز اچھی ہو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ عربی بھی جانتا ہے یا نہیں۔ آج صبح جس مؤذّن کی آواز میں نے سنی ہے اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اُس کی آواز اچھی تھی لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ عربی سے بھی واقفیت رکھتا ہو۔ یہ محلّہ جات کے صدر صاحبان کا کام ہے یا پھر علماء کا کام ہے کہ وہ محلّوں میں پھر پھر کر مؤذّنوں کی اذانیں درست کریں۔ بیشک اذان کی اصل غرض نمازوں کی طرف لوگوں کو توجہ دلانا ہے لیکن توجہ تو کسی ڈھول کے ذریعہ بھی دلائی جا سکتی تھی۔ اگر اِس غرض کے لیے کچھ الفاظ رکھے گئے ہیں تو آخر اِس کے کچھ معنے ہیں۔ اگر مؤذّن ان الفاظ کو صحیح طور پر بولے گا تو ان کے صحیح معنے بھی سمجھے جائیں گے اور اگر وہ غلط طور پر بولے گا تو ان کے معنے بھی سمجھ میں نہیں آئیں گے۔

درحقیقت اذان کو عربی میں اس لیے رکھا گیا ہے کہ لوگوں کو عربی زبان سیکھنے کی طرف کچھ نہ کچھ توجہ پیدا ہوتی رہے۔ اگر ڈھول بجتا تو لوگوں کو عربی زبان سیکھنے کی طرف کوئی توجہ پیدا نہ ہوتی لیکن ہماری شریعت نے اذان عربی میں رکھ دی ہے۔ نماز میں بھی عربی عبارتیں رکھ دی ہیں۔ اِسی طرح قرآن مجید کی سورتیں اور کچھ آیات نماز میں ضروری قرار دے دی ہیں۔ اس طرح یہ تدبیر کی گئی ہے کہ لوگوں کو عربی زبان سے کچھ نہ کچھ واقفیت پیدا ہو جائے اور لوگ مجبور ہوں کہ وہ عربی سیکھیں۔ اس حکمت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پنجاب کے ایک بڑے افسر نے ایک دفعہ یہ تحریک شروع کر دی تھی کہ نماز پنجابی زبان میں پڑھانی چاہیے تا کہ لوگ سمجھ سکیں کہ نماز میں کیا کہا جا رہا ہے۔ چنانچہ ایک عید کے موقع پر لوگوں نے اسے نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دیا۔ پہلے تو اُس نے کہا میں مولوی نہیں، کسی مولوی کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کرو لیکن جب لوگوں نے مجبور کیا تو وہ کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا ''اللہ بڑا اوڈّا ہے''۔ پھر کہنے لگا ''ساریاں تعریفاں ہیں اللہ دیاں جیہڑا پالنہار ہے ساری دنیا دا''۔ اِس طرح اُس نے ساری سورۃ فاتحہ کا پنجابی زبان میں ترجمہ کر دیا۔ بعد میں لوگوں نے شور مچا دیا کہ تم نے ہماری نماز خراب کر دی ہے۔ اُس نے کہا میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ کسی مولوی کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دو۔ اگر تم نے مجھے کھڑا کیا ہے تو میں نے تو اُسی زبان میں نماز پڑھانی تھی جسے تم سمجھتے تھے۔ اگر میں سورہ فاتحہ عربی میں پڑھ دیتا تو اسے کون سمجھتا۔ پھر سنا کہ وہ لندن گیا تو وہاں بھی اُس نے یہی کام کیا اور

اِس پر اخبارات میں بہت شور اُٹھا لیکن اُس نے یہی جواب دیا کہ میں تو اُسی زبان میں نماز پڑھاؤں گا جسے مقتدی سمجھتے ہوں۔ یہ تو اس کی غلطی تھی لیکن اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اذان اور نماز کے عربی الفاظ کو اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ لیکن ان کو عربی زبان میں رکھنے میں یہی حکمت ہے کہ لوگ عربی زبان سیکھنے کی طرف توجہ کریں اور اس کی کچھ شُد بُد حاصل کرلیں۔

چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیوں میں ایک خاصی تعداد ایسے افراد کی ہے جو اذان، سورۃ فاتحہ اور قرآن کریم کی بعض دوسری چھوٹی چھوٹی سورتوں کے معنے جانتے ہیں اور بعض لکھے پڑھے لوگ اگرچہ عربی زبان نہیں جانتے مگر تفسیریں پڑھ پڑھ کے انہوں نے قریباً سارے قرآن کے معنے سیکھ لیے ہیں۔ وہ یہ بحث تو نہیں کرسکتے کہ کسی لفظ کے کسی خاص مقام پر رکھنے میں کیا حکمت ہے مگر وہ اس کا مطلب سمجھنے لگ گئے ہیں۔ مگر یہ حکمت اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے جب اذانوں کو درست کیا جائے اور نمازوں کو درست کیا جائے۔ نماز پڑھانے پر تو کسی عالم کو مقرر کیا جاتا ہے لیکن محلّہ کا پریذیڈنٹ بھی ایسے شخص کو ہی مقرر کرنا چاہیے جسے عربی زبان سے کچھ نہ کچھ واقفیت ہو یا وہ کم از کم نماز اور قرآن کریم کا ترجمہ جانتا ہو کیونکہ تلاوت کرتے وقت دل میں تبھی جوش پیدا ہوسکتا ہے جب انسان کو پتا ہو کہ جو آیت میں پڑھ رہا ہوں اُس کے یہ معنے ہیں۔ اگر وہ آیت کے معنے نہ جانتا ہو اور صرف یہی سمجھتا ہو کہ میں کوئی منتر پڑھ رہا ہوں تو اُس کے دل میں جوش پیدا نہیں ہوگا۔ مثلاً ایک شخص اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ 1 کہتا ہے تو وہ اِس آیت کو اُسی وقت جوش اور اخلاص سے پڑھے گا جب اُسے معلوم ہوگا کہ اِس کے معنے یہ ہیں کہ "اے خدا! میں تیری ہی مدد مانگتا ہوں۔ اور جب وہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ 2 کہے گا تو اُس کے دل میں اُسی وقت جوش پیدا ہوگا جب وہ اس آیت کے معنے جانتا ہوگا اور وہ سمجھتا ہوگا کہ اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ اے اللہ! تُو مجھے سیدھا رستہ دکھا۔ اگر وہ صرف یہی سمجھتا ہو کہ اِهْدِنَا عربی کا ایک لفظ ہے، صِرَاطَ عربی کا ایک لفظ ہے، "مستقیم" عربی کا ایک لفظ ہے تو اُس میں جوش پیدا نہیں ہوگا۔

پس میری پہلی نصیحت تو یہ ہے کہ اذانوں اور نمازوں کو صحیح طور پر سمجھنے کی عادت ڈالو اور مؤذّنوں کو اذان کے الفاظ کا صحیح تلفّظ بتاؤ تاکہ اُن کے اندر بھی یہ احساس پیدا ہو کہ ہمیں کچھ نہ کچھ عربی زبان سے مَس پیدا کرنا چاہیے۔ مؤذّن کا کام اذان دینا ہے اس لیے اُسے کم از کم اذان کے معنے تو

آنے چاہییں اور اذان کے الفاظ کا صحیح تلفّظ بھی آنا چاہیے۔ جب وہ اذان کا صحیح تلفّظ سیکھ لے گا تو پھر اُسے جرأت پیدا ہوگی اور وہ نماز اور اذان کے الفاظ کے صحیح معنے بھی سیکھنے کی کوشش کرے گا اور پھر قرآن کریم کی بعض سورتوں کا بھی ترجمہ سیکھ لے گا۔ یہاں تک کہ وہ اچھا خاصا مؤذّن بلکہ امام بن جائے گا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ باقی قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنے کی کوشش کرے گا اور اس طرح وہ ایک واعظ اور ناصح بن جائے گا اور پھر ترقی کرتے کرتے جماعت کا ایک سچا لیڈر بن جائے گا۔ جن لوگوں میں جوش ہوتا ہے وہ اس غرض کے لیے قسم قِسم کی تدبیریں کرتے ہیں کہ کسی طرح صداقت لوگوں تک پہنچ جائے۔

ہمارے ایک احمدی دوست میاں شیر محمد صاحب ہوا کرتے تھے جو پھگواڑا ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ وہ اِکّا چلایا کرتے تھے اور بالکل اَن پڑھ تھے لیکن باقاعدہ الحکم منگوایا کرتے تھے اور بیسیوں افراد ان کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہوئے۔ ان کا طریق تھا کہ اخبار جیب میں ڈال لیا اور اِکّا چلا کر روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اخبار جیب میں سے نکالا اور سواریوں میں سے کسی پڑھے لکھے آدمی سے کہا آپ پڑھے ہوئے ہیں میں اَن پڑھ ہوں، آپ مجھے سنائیں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ چنانچہ اُس شخص نے اخبار پڑھتے جانا اور انہوں نے سنتے جانا۔ اِسی طرح اخبار پڑھا پڑھا کر انہوں نے کئی افراد احمدیت میں داخل کر لیے۔ جب سواریوں نے اڈہ پر اُترنے لگنا تو انہوں نے کہنا بابا جی! آپ ہمیں پھر بھی ملیں۔ اِس اخبار میں تو بڑی اچھی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ میاں شیر محمد صاحب نے اُن سے ملنے کے لیے جانا اور جو جو باتیں وہ پوچھتے اُن کے وہ جوابات دیتے اور سلسلہ کا لٹریچر بھی منگوا کر دیتے۔ اِسی طرح کئی لوگ اُن کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہوئے۔ اگر ایک اَن پڑھ آدمی یہ کام کر سکتا ہے تو ایک شُدبُد رکھنے والا آدمی کیوں ترقی نہیں کر سکتا۔

پس اپنے اندر اذان اور نماز کی رغبت پیدا کرو اور ان کی عظمت دلوں میں قائم کرو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اذان معمولی چیز ہے حالانکہ تاریخ میں حضرت عمرؓ کا ایک قول آتا ہے کہ اگر خلافت کا کام میرے سپرد نہ ہوتا تو میں مؤذّن کا کام کرتا۔ تو دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ثانی اذان کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں اگر خلافت کا کام میرے سپرد نہ ہوتا تو میں اذان دینے کا کام اپنے ذمہ لیتا۔ گویا انہوں نے اذان کو دوسری خلافت قرار دیا ہے۔ تو اذان کوئی معمولی چیز نہیں۔

جماعت کو اِس طرف توجہ کرنی چاہیے اور مؤذّنوں کی اذانوں کی اصلاح کرنی چاہیے تا کہ اِس کے ذریعہ نماز اور قرآن کی طرف توجہ ہو اور لوگوں میں عربی زبان سیکھنے کا شوق پیدا ہو۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت عباسؓ جو آپؐ کے چچا تھے پیچھے مکہ میں ہی رہ گئے۔ مکہ میں حضرت عباسؓ کا کام سِقَایَۃُ الحآجّ یعنی حاجیوں کو پانی پلانا تھا۔ ایک دفعہ ان کی حضرت علیؓ سے بحث ہوگئی تو حضرت علیؓ نے فرمایا ہم نے ہجرت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا مگر آپ تو پیچھے رہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا یہ کونسی بڑی بات ہے ہم مکہ میں رہے اور ہم نے حاجیوں کو پانی پلایا۔3 وہ یہ سمجھتے تھے کہ حاجیوں کو پانی پلانا بھی جہاد سے کم نیکی نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کے قول کو ترجیح دی ہے اور فرمایا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ، حاجیوں کو پانی پلانے سے زیادہ اہم ہے۔4 حضرت عباسؓ نے پرانے خیالات کے ماتحت یہ بات بیان کردی تھی حالانکہ اصل بات یہ تھی کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ میں رہنے کا حکم دیا تھا۔ سقایۃ الحآج تو ایک ضمنی بات تھی۔ اگر وہ کہتے کہ مجھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں رہنے کا حکم دیا تھا اس لیے میں مکہ میں ٹھہر گیا تو اُن کا جواب بہت وزنی ہوتا۔ مگر عربوں میں چونکہ سقَایَۃُ الحآجّ کا کام بڑا اہم سمجھا جاتا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ اس کام کی وجہ سے وہ مکہ کے رئیس ہیں۔ اور مکہ کی ریاست سارے عرب کی ریاست سمجھی جاتی تھی اس لیے حضرت عباسؓ نے یہ جواب دے دیا۔ حضرت عباسؓ کو مکہ میں ٹھہرانے کی ضرورت یہ تھی کہ مکہ میں کئی صحابہ کے بیوی بچے رہتے تھے اور حضرت عباسؓ چونکہ مکہ کے سرداروں میں سے تھے اس لیے اُن کے اثر کی وجہ سے اُن کی حفاظت ہوتی رہتی تھی اور کُفّار زیادہ شرارتیں نہیں کرسکتے تھے۔ دوسرے حضرت عباسؓ کی ابوسفیان سے بڑی دوستی تھی جو مکہ کے مانے ہوئے سردار تھے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو یہ حکم دیا کہ وہ مکہ میں ہی رہیں۔

فتح مکہ کے قریب حضرت عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اب تو مکہ میں میری ضرورت باقی نہیں رہی اب تو مجھے ہجرت کی اجازت دے دیں۔ اِس پر آپ نے اجازت دے دی اور فرمایا یہ آخری ہجرت ہے اِس کے بعد اَور کوئی ہجرت نہیں ہوگی۔5 پس سقَایَۃُ الحآجّ بڑی اعلیٰ درجہ کی چیز ہے مگر اِس کا درجہ جہاد کے بعد رکھا گیا ہے کیونکہ اُس زمانہ میں سقَایَۃُ الحآجّ اور جہاد دونوں اکٹھے

نہیں ہو سکتے تھے۔ اُس زمانہ میں جہاد بالسیف تھا اور مکہ میں رہ کر انسان مکہ والوں سے لڑ نہیں سکتا تھا لیکن اب جہاد بالسیف کی بجائے جہادِ بالِلّسان ہے یعنی لوگوں کو ہدایت اور صداقت پہنچانا اور انہیں اسلام کی تبلیغ کرنا۔ اس لیے اب سِقَايَةُ الحآجّ اور جہاد دونوں چیزیں اکٹھی ہوسکتی ہیں بلکہ ہمارے جلسہ سالانہ کے دنوں میں سقایہ تو الگ رہا کھانا کھلانے کا فرض بھی آ جاتا ہے۔ چنانچہ ربوہ کے رہنے والے باہر سے آنے والوں کو ان دنوں پانی بھی پلاتے ہیں اور کھانا بھی کھلاتے ہیں۔ اور پھر وہ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اردگرد کے علاقہ میں جا کر دوسرے لوگوں کو سلسلہ سے روشناس کریں، انہیں سمجھائیں اور بتائیں کہ احمدیت کے متعلق لوگوں کو جو یہ غلط فہمیاں ہیں وہ کیوں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ احمدیت کے مخالف ہیں وہ صرف اس لیے مخالفت کرتے ہیں کہ انہیں بعض لوگوں نے احمدیت کے متعلق غلط باتیں پہنچا دی ہیں ورنہ جو لوگ ہمارا لٹریچر پڑھ لیتے ہیں اُن کی تمام غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔

مجھے یاد ہے پچھلے سال کچھ وکلاء لائلپور سے مجھے ملنے کے لیے آئے۔ اُن میں سے کسی شخص نے ایک سوال کیا تو اُنہی میں سے ایک دوسرا شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا تم غلطی کر رہے ہو تم نے مرزا صاحب کی کتابیں نہیں پڑھیں۔ اگر تم پڑھتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ مرزا صاحب نے جہاد کو ضروری قرار دیا ہے۔ آپ نے صرف یہ کہا ہے کہ میں اسے عارضی طور پر ملتوی کرتا ہوں کیونکہ اِس زمانہ میں اسلام کے خلاف تلوار نہیں چل رہی۔ گویا مرزا صاحب نے جہاد کو منسوخ نہیں کیا بلکہ ایک وقت تک اسے ملتوی قرار دیا ہے۔ اگر اب پھر کُفّار اسلام قبول کرنے سے تلوار کے زور سے روکنے لگ جائیں اور جہاد کی شرائط پوری ہو جائیں تو پھر جہاد بالسیف شروع ہو جائے گا۔

تو دیکھو ایک غیر احمدی دوست نے خود اِس سوال کا جواب دے دیا کہ جہاد کو منسوخ کرنے کا اعتراض درست نہیں۔ مرزا صاحب کی کتب موجود ہیں، اُن کے مطالعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد ایک وقت تک کے لیے ملتوی ہے منسوخ نہیں کیا گیا۔ تو ہمارے لیے خدا تعالیٰ نے اِس زمانہ میں دونوں رستے کھول دیئے ہیں۔ ہم باہر سے آنے والے مہمانوں کی خدمت بھی کر سکتے ہیں اور جہاد باللّسان بھی کر سکتے ہیں۔ پس جلسہ سالانہ پر آنے والے کسی ذاتی غرض اور منفعت کی بناء پر یہ سفر نہیں کرتے بلکہ محض خدا تعالیٰ کی خاطر کرتے ہیں اور ایک نیک مقصود ان کے ذہن میں ہوتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص خدا اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں خدا اور اُس کا رسول اسے مل جاتا ہے۔ اور کوئی شخص بیوی کے لیے ہجرت کرتا ہے اور اُسے بیوی مل جاتی ہے مگر یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جس قسم کی کسی کی نیّت ہوگی ویسی ہی اُس کی ہجرت ہوگی۔6 جو لوگ یہاں جلسہ سالانہ پر اس لیے آتے ہیں کہ وہ خدا اور اُس کے رسول کی باتیں سنیں، قرآن کریم کی باتیں سنیں اور اسلام کی باتیں سنیں انہیں ایک ایسے شخص کا ثواب ملتا ہے جو اپنے وطن اور بیوی بچوں کو محض اس لیے چھوڑتا ہے کہ وہ خدا کی باتیں سنے۔ اور جو شخص انہیں پانی پلاتا ہے، کھانا کھلاتا ہے اور اُن کے آرام کے لیے اپنا مکان دیتا ہے وہ بھی بڑے بھاری ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

پچھلے سال یہ شکایت پیدا ہوئی تھی کہ یہاں کے رہنے والوں نے مہمانوں کے لیے بہت کم مکانات دیئے تھے جس کی وجہ سے مہمانوں کو تکلیف ہوئی۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اِس سال دوست اس بات کا خاص خیال رکھیں گے۔ چند دن کے لیے تکلیف اُٹھانا بڑی بات نہیں۔ اگر کسی گھر میں دس پندرہ افراد کا بھی کنبہ رہتا ہو تو وہ زمین پر سو کر چند دن کے لیے ایک کمرہ میں گزارہ کر سکتے ہیں باقی کمرے وہ مہمانوں کو دے سکتے ہیں۔ جلسہ سالانہ کے افسروں کا کام ہے کہ ان گھروں میں قناتیں لگا کر پردہ کا انتظام کر دیں تاکہ گھر والوں کو تکلیف نہ ہو۔

پہلے مجھے ہر سال جلسہ سے پہلے یہ رپورٹ آجاتی تھی کہ کتنے مکان جلسہ کے لیے ملے ہیں اور کتنے معاون اور خدمتگار میسر آئے ہیں۔ یہ رپورٹ مجھے جلسہ سالانہ کا نائب افسر دیا کرتا تھا لیکن اِس سال اُس نے مجھے کوئی رپورٹ نہیں دی حالانکہ اصل نگران خدا تعالیٰ نے مجھے مقرر کیا ہے۔ چاہیے تھا کہ نائب افسر مجھے یہ رپورٹ دیتا کہ اِس وقت تک مہمانوں کے لیے کتنے مکانات ملے ہیں اور کتنے والنٹیئرز (Volunteers) مل گئے ہیں۔ بلکہ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ چونکہ اب مہمان زیادہ تعداد میں آتے ہیں اور ربوہ کی آبادی کم ہے اس لیے باہر کی جماعتوں کو والنٹیئرز مہیا کرنے کی تحریک کی جائے۔ بہرحال جلسہ سے کافی دیر پہلے میرے پاس یہ رپورٹ آنی چاہیے تھی کہ جلسہ کے مہمانوں کے لیے کس قدر مکانات مل گئے ہیں اور کس قدر والنٹیئرز ملے ہیں تاکہ اگر کوئی کمی ہو تو میں اُس کے پورا کرنے کے لیے لوگوں کو تحریک کروں۔ یہاں کے رہنے والے ایماندار اور مخلص ہیں۔ اگر انہیں یہ بتایا جائے کہ خدا تعالیٰ کے مہمانوں کے لیے جگہ نہیں تو وہ اس بات کے لیے بھی تیار

ہو جائیں گے کہ وہ خود درختوں کے نیچے سو جائیں اور مکان مہمانوں کے لیے خالی کر دیں۔ ان کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ وہ قربانی نہیں کریں گے بدظنّی ہے۔ وہ اُس وقت تک قربانی میں سُستی کرتے ہیں جب تک کہ حقیقت اُن پر ظاہر نہیں ہو جاتی۔ جب ان پر حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے تو وہ بڑی سے بڑی قربانی کرنے کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ پس افسر جلسہ سالانہ کا کام ہے کہ مجھے مفصّل رپورٹ دے تا کہ میں وقت پر اُس کی مدد کر سکوں اور وقت سے پہلے لوگوں کو متنبہ کر سکوں"۔

(الفضل 9 دسمبر 1958ء)

---

1 : الفاتحة:5

2 : الفاتحة:6

3 : تفسیر الرازی زیر آیت سورة التوبة آیت 19 اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ........

4 : اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ط (التوبة:19)

5 : اسد الغابه فی معرفة الصحابة۔ زیر عنوان عباس بن عبدالمطلب جلد2 صفحہ530 بیروت لبنان 2006ء

6 : بخاری کتاب بدء الوحی ۔ باب كَيْفَ كَانَ بدء الوحی اِلٰى رَسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ